محمد وسیم اختر مفتی

عثمان غنی رضی اللہ عنہ

گذشتہ سے پیوستہ

(۶)

[''سیر وسوانح'' کے زیر عنوان شائع ہونے والے مضامین ان کے فاضل مصنفین کی اپنی تحقیق پر مبنی ہوتے ہیں، ان سے ادارے کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔]

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

۳۵ھ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مقرر کردہ گورنر اور عمال یہ تھے:

مکہ میں عبداللہ بن حضرمی، جن کی جگہ خالد بن عاص نے لی۔ طائف میں قاسم بن ربیعہ، صنعا میں یعلیٰ بن منیہ، جَنَد میں عبداللہ بن ابو ربیعہ اور بصرہ میں عبداللہ بن عامر۔ ایام شورش میں عبداللہ بن عامر کے بصرہ سے آ جانے کے بعد وہاں کوئی گورنر مقرر نہ کیا جا سکا۔ شام میں معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ، قنسرین میں حبیب بن مسلمہ، اردن میں ابوالاعور بن سفیان، فلسطین میں علقمہ بن حکیم اور بحر میں عبداللہ بن قیس خلافت عثمانی کے نمایندے تھے۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے عبدالرحمان بن خالد کو حمص میں اپنا نائب مقرر کر رکھا تھا۔ ابوموسیٰ اشعری م رضی اللہ عنہ کوفہ کے گورنر اور جابر بن عمرو سواد عراق کے کلکٹر تھے، قعقاع بن عمرو وہاں کے کمانڈر تھے۔ جریر بن عبداللہ قرقیسیا کے، اشعث بن قیس آذربیجان کے اور عتیبہ بن نہاس حلوان کے عامل تھے۔ ماہ پر مالک بن حبیب، ہمدان پر نسیر، رے پر سعید بن قیس، اصفہان پر سائب بن اقرع اور ماسبذان پر حبیش عمال مقرر تھے۔ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح مصر کے گورنر تھے، باغیوں کا پیچھا کرتے ہوئے مصر سے نکلے تو محمد بن ابوحذیفہ نے ان کی سیٹ پر قبضہ کر لیا۔ عقبہ رضی اللہ عنہ بن عمرو بیت المال کے انچارج جب کہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ چیف جسٹس تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ قریش کو مدینہ سے باہر جانے کی اجازت نہ دیتے تھے۔ انھوں نے یہ کہہ کر انھیں بیرون عرب جہاد پر جانے سے بھی روکے رکھا کہ تمھیں غزوات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دینے کا شرف حاصل ہو چکا ہے۔ ان کا خیال تھا، قریش دور دراز کے علاقوں میں بکھر جائیں گے اور غنائم کی خواہش میں کم زور پڑ جائیں گے البتہ غیر قرشی اہل مکہ کے لیے وہ اس اصول پر عمل نہیں کرتے تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد حکومت میں یہ پابندی برقرار نہ رکھی۔ مہاجرین قریش مدینے سے نکل کر ملت اسلامیہ میں ہر سو آباد ہو گئے۔ ابن کثیر کہتے ہیں: اجل صحابہ جہاں آباد ہوئے، وہاں کے مقامی لوگ ان کے گرد اکٹھا ہونے لگے۔ اس طرح ہر علاقے میں کسی نہ کسی صحابی کو امتیازی حیثیت حاصل ہو گئی۔ وہاں کے لوگ خواہش کرنے لگے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد ہمارے صاحب امیر المومنین بنیں۔

ایک بار حضرت عثمان نے اہل مدینہ کو اکٹھا کر کے پوچھا: تم میں سے کون فے میں ملنے والی اپنی اراضی عراق سے یہاں منتقل کرنا چاہتا ہے؟ لوگوں نے کہا: یہ کیسے ممکن ہے کہ ہم اپنی زمینیں ادھر لے آئیں! انھوں نے جواب دیا: انھیں ان لوگوں کو بیچ دو جن کی حجاز میں بھی جائداد ہے۔ لوگ بہت خوش ہوئے۔ اس دور میں اراضی ادل بدل کرنے کے کئی سودے طے ہوئے۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو تلاوت قرآن اور نوافل سے خاص شغف تھا۔ نوافل میں لمبی قرآت کرتے۔ حضرت حسان بن ثابت ان کی مدح کرتے ہوئے کہتے ہیں، یقطّع اللیل تسبیحاً و قرآنا۔ وہ رات اللہ کی تسبیح کرتے اور قرآن کی تلاوت کرتے ہوئے گزارتے ہیں۔ تہجد کے لیے بیدار ہوتے تو کسی غلام کو نہ جگاتے۔ انھیں کہا جاتا تو فرماتے: رات ان کے آرام کے لیے ہوتی ہے۔ حضرت عثمان کو لمبے قصائد تو یاد نہ ہوتے تاہم وہ چند اشعار ضرور خوبی سے یاد کر لیتے اور سنا دیتے تھے۔ زبان کا عمدہ ذوق رکھتے تھے، وہ مختصر جملے جو انھوں نے مختلف خطوط میں تحریر کیے یا اپنے خطبات میں ادا کیے، ادب عربی کا شہ پارہ قرار دیے جا سکتے ہیں۔

حاطب بن ابو بلتعہ فرماتے ہیں، میں نے عثمان رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر کامل اور احسن طریقے سے حدیث بیان کرنے والا نہیں دیکھا۔ وہ روایت حدیث (کی ذمہ داری) سے خوف کھاتے تھے اس لیے ان کا شمار قلیل الروایت اصحاب رسول میں ہوتا ہے۔ ان کی مرویات کی کل تعداد ۱۴۶ ہے جن میں ۳ متفق علیہ ہیں، آٹھ صرف بخاری میں ہیں اور مفردات مسلم پانچ ہیں۔ حضرت عثمان نے نبئ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابو بکر اور حضرت عمر سے روایت کی جبکہ ان سے حدیث نقل کرنے والے حضرات یہ ہیں: ان کے صاحب زدگان، عمرو، ابان اور سعید۔ ان

کے غلام حمران، ہانی، ابو صالح، ابوسہلہ اور ابن وارہ اوران کے چچا زاد مروان بن حکم۔روایت کرنے والے صحابیوں میں عبداللہ بن مسعود، زید بن ثابت، عمران بن حصین، ابو ہریرہ، عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن زبیراور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنھم کے نام آتے ہیں۔ رواۃ تابعین میں احنف بن قیس، عبدالرحمان بن ابوضمرہ، عبدالرحمان بن حارث، سعید بن مسیّب، ابووائل، ابوعبدالرحمان سلمی اورمحمد بن حنفیہ کے نام شامل ہیں۔

حضرت عثمان مناسک حج کا خوب علم رکھتے تھے، عبداللہ بن عمر کا نمبران کے بعد آتا ہے۔خلافت کے پہلے سال ان کونکسیر پھوٹی اور آخری سال باغیوں نے ان کے گھر کا محاصرہ کررکھا تھا۔ان دو سالوں کے علاوہ وہ مسلسل ۱۰ سال حج پر جاتے رہے۔ حضرت عمر کی طرح وہ بھی امہات المومنین کو لے جانے کا اہتمام کرتے۔ حج کے موقع پر اپنے گورنروں کے خلاف شکایتیں سنتے اورانھیں امر بالمعروف اورنہی عن المنکر کی نصیحت کرتے۔

حضرت عثمان کے زمانۂ خلافت میں تجارت، صنعت اور تمدن کو خوب فروغ ملا۔صحابہ کرام نے مدینہ اوراس کے قرب وجوار میں خوب صورت عمارتیں تعمیر کیں۔عہد عثمانی میں قدیم بازاروں کے علاوہ نئے بازار بھی قائم کیے گئے، مسافروں کے لیے مہمان خانے بنائے گئے۔کوفہ میں ابوسمال اسدی کا گھر 'دارِعقیل' اس مقصد کے لیے وقف تھا۔ ہذیل میں حضرت عبداللہ بن مسعود کا گھر دارِضیافت قرار دیا گیا۔ دولت کی فراوانی ہوئی تو مدینہ میں لہو ولعب کو فروغ ہوا۔بے کار لوگ کبوتر بازی اور غلیل بازی کے کھیلوں میں مشغول ہوئے۔اپنی خلافت کے آٹھویں سال حضرت عثمان نے بنولیث کے ایک شخص کی ڈیوٹی لگائی کہ کبوتروں کے پر کاٹے اورلوگوں کی غلیلیں توڑ ڈالے۔حسن بصری کہتے ہیں: میں نے حضرت عثمان کو خطبہ دیتے ہوئے سنا: انھوں نے حکم دیا: کبوتر ذبح کیے جائیں اور کتوں کو تلف کر دیا جائے۔خلیفۂ ثالث نے نبیذ پینے پر اسامہ بن خیثمہ کو کوڑے لگوائے۔نشہ پھیلنے لگا تو انھوں نے اس کی روک تھام کے لیے ڈنڈا بردار اہل کار متعین کیے۔

حضرت عثمان کی انگوٹھی پر نقش تھا، آمنت بالذی خلق فسوی ۔میں اس ذات پر ایمان لایا جس نے تخلیق کی اوراسے متناسب ومتوازن بنایا۔

حضرت عثمان کے خلاف خروج میں عجمی سازش صاف نظر آتی ہے۔وہی لوگ جنھوں نے دوسرے خلیفۂ راشد عمر بن خطاب کی جان لی، خلافت عثمانی میں بھی سرگرم رہے۔انھوں نے مسلمانوں کے معمولی اختلافات کو ہوا دی ،اس طرح وحدت اسلامیہ کی شکست وریخت کرنے میں کامیاب ہوگئے۔ابن کثیر کہتے ہیں: خوارج گورنر مصر عمرو بن عاص کی سختی سے نالاں تھے۔انھوں نے حضرت عثمان کو پے درپے شکایت کی کہ مصر پر کوئی نرم مزاج حاکم مقرر کیا

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

جائے۔تب عثمان نے عمرو سے فوج کی کمان لے لی اور نماز پران کو رہنے دیا۔عبداللہ بن ابی سرح فوج کے کمانڈر اور خراج کے کلکٹر مقرر ہو گئے۔خوارج ہی کی چغلیوں سے ان دونوں راہنماؤں میں رنجش پیدا ہوئی تو خلیفۂ ثالث نے عمرو سے نماز کی امامت بھی لے لی۔اب لوگوں نے تنقید شروع کر دی کہ حضرت عثمان نے کبار صحابہ کو ہٹا کر نا اہل لوگوں کو عہدے دے دیے۔باغیوں کی حضرت عثمان سے ذاتی رنجشیں بھی تھیں۔ان رنجشوں کو انگیخت کیا گیا تو یہ سب مل کر ان کی خلافت ختم کرنے کے درپے ہوئے ،یوں خارجیوں کی تشکیل ہوئی۔کسی نے سعید بن مسیّب سے پوچھا: حضرت معاویہ کا ماموں زاد محمد بن ابوحذیفہ حضرت عثمان کے خلاف خروج کرنے والوں میں کیونکر شامل ہوا؟ انھوں نے جواب دیا: وہ یتیم تھا اور اپنے خاندان کے کئی یتیموں کی طرح حضرت عثمان نے اس کی پرورش کی۔بڑا ہو کر اس نے کوئی عہدہ طلب کیا تو عثمان (رضی اللہ عنہ) نے کہا: اگر تو قابلیت والا ہوتے تو میں تمھیں عامل بنا دیتا۔اس نے کہا : مجھے اجازت دیجیے، میں روزی کی تلاش میں نکل جاؤں۔حضرت عثمانؓ نے ساز و سامان دے کر رخصت کیا۔وہ مصر پہنچا اور اس رنج کی وجہ سے حضرت عثمان کے خلاف بغاوت کرنے والوں سے مل گیا۔سوال کرنے والے نے پوچھا: عمار بن یاسر کا کیا معاملہ تھا؟ سعید نے جواب دیا: ابولہب کے پوتے عباس بن عتبہ اور عمار کے بیچ جھگڑا ہوا۔ عمار نے گالی گلوچ کی ،حضرت عثمان نے دونوں کو سزا دی تو عمار ان کے خلاف سرگرم ہو گئے۔اسی طرح سالم بن عبداللہ سے محمد بن ابوبکر کے خروج کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انھوں نے کہا: یہ سب طمع اور غصے کا نتیجہ تھا۔کچھ لوگوں کے کہنے میں آ کر محمد بن ابوبکر قرض کے جال میں پھنس گیا۔حضرت عثمان نے قرض خواہوں کو ان کا حق دلایا تو یہ ان کے خلاف ہو گیا۔ایک شخص کعب بن ذوالحبکہ شعبدہ بازی اور نظر کا دھوکا کیا کرتا تھا۔سیدنا عثمان نے اسے شام بھجوا دیا اور کہا: کھیل تماشا چھوڑو، کوئی سنجیدہ کام کرو۔ولید کو خط لکھا کہ اسے سزا دی جائے۔تعزیر ملنے پر کعب غضب ناک ہوا اور خارجیوں میں شامل ہو گیا۔ضابی بن حارث نے کسی انصاری سے قرحان نامی کتا عاریۃً لیا۔یہ کتا ہرنوں کے شکار میں ماہر تھا۔اس نے کتا نہ لوٹایا تو انصاریوں نے زبردستی واپس لے لیا تب ضابی نے ان کی ہجو کر ڈالی۔معاملہ حضرت عثمان کے سامنے پیش ہوا تو انھوں نے اسے سزا دی اور جیل میں ڈال دیا۔وہ جیل ہی میں فوت ہو گیا تو اس کا بیٹا عمیر باغیوں کے ساتھ مل گیا۔

اصحاب رسول جنھوں نے بے سروسامانی کی حالت میں بدر واحد کی جنگیں لڑیں۔غزوات میں مشرکوں کے چھکے چھڑا دیے۔عہد فاروقی اور حضرت عثمان کے ابتدائی دور حکومت میں اپنے سے کئی گنا دشمنوں کو زیر کیا،حضرت عثمان کے خلاف بغاوت فرو نہ کر سکے اور ان کی شہادت کو نہ ٹال سکے؟ یہ سوال بظاہر مشکل ہے لیکن اس کا جواب حاصل کیا جا

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

سکتا ہے۔

باغی گروہ دو ہزار فسادیوں پر مشتمل تھا جبکہ اسلامی فوجیں سرحدوں پر ہونے کی وجہ سے مدینہ میں مناسب تعداد میں لڑنے والے افراد موجود نہیں ہوتے تھے۔ پھر بلوائیوں نے شورش پھیلانے کے لیے ایام حج کا انتخاب کیا جب مدینہ قریباً خالی تھا۔ جو صحابہؓ موجود تھے انھوں نے یہ مسئلہ حل کرنے کی بھرپور کوشش کی۔ حضرت عثمان نے ایک بار منبر پر بیٹھ کر شکوے کے انداز میں صحابہ سے کہا: تم نے کم عقل اور جنونی لوگوں کو مجھ پر مسلط کر دیا ہے۔ تم میں سے کوئی جا کر ان سے پوچھ گچھ نہیں کر سکتا؟ ان کے تین مرتبہ پکارنے پر کسی نے جواب نہ دیا تو حضرت علی اٹھے اور فرمایا: میں جاؤں گا (دوسری روایت کے مطابق حضرت عثمان نے حضرت علی کے گھر جا کر یہ درخواست کی تھی) سعید بن زید، جبیر بن مطعم، حکیم بن حزام، سعید بن عاص، زید بن ثابت، حسان بن ثابت اور کعب بن مالک ان کے ساتھ جانے والے تیس رکنی وفد میں شامل تھے۔ ان کی باغیوں سے گفتگو بیان کی جا چکی ہے جس کے نتیجے میں معاملہ ٹھنڈا پڑ گیا۔ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے گھروں میں بیٹھنے کی دوسری وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ ان میں سے کچھ کو حضرت عثمان سے شکوے شکایتیں ہوں۔ حضرت علی کی چند گفتگوؤں سے ایسا جھلکتا ہے لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت علی نے باغیوں کی بغاوت ٹالنے کی حتی المقدور کوشش کی۔ خلیفۂ مظلومؓ کی شہادت کے بعد وہ جائے وقوعہ پر پہنچے تو اپنے صاحب زادوں حسنؓ کے منہ پر اور حسین کے سینے پر تھپڑ مار کر کہا: عثمان کیسے شہید ہو گئے جبکہ تم ان کی حفاظت کے لیے دروازے پر مامور تھے۔ انھوں نے پہرے پر متعین حضرت زبیر اور حضرت طلحہ کے بیٹوں کو بھی برا بھلا کہا۔ حضرت علی نے ایک بار خطبہ دیتے ہوئے بآواز بلند کہا: لوگو! تم میرے اور عثمان کے اختلافات کے بارے میں بہت باتیں کرتے ہو۔ میرے اور ان کے تعلقات کی مثال اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں دیکھی جا سکتی ہے (جو جنت میں اہل ایمان کے باہمی تعلقات کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد ہوا)، ''اور ہم نے ان کے سینوں میں جو میل کھپاٹ تھی نکال دی (اب) اس حال میں ہیں کہ بھائیوں کی طرح خوش خوش تختوں پر آمنے سامنے بیٹھے ہیں۔ (سورۂ حجر، آیت ۴۸) حضرت عثمان کی شہادت پر انھوں نے قسم کھائی کہ وہ نہیں ہنسیں گے حتیٰ کہ عثمان سے جا ملیں۔

ہو سکتا ہے باقی صحابہؓ کے پرے رہنے میں بھی کسی گلہ مندی کو دخل ہو۔ ایک روایت ہے کہ عمرو بن عاص کو مصر کی گورنری سے معزولی کا بہت رنج تھا۔ اس لیے وہ بھی سیدنا عثمان کے خلاف مہم میں شریک رہے۔ یہ روایت اس لیے درست معلوم نہیں ہوتی کہ انھوں نے متعدد مواقع پر حضرت عثمان کا ساتھ دیا۔ روایتوں کے جھاڑ جھنکار میں ایک روایت یہ بھی ہے کہ انصار نے سیدنا عثمان کی میت کو جنت البقیع میں دفن کرنے کی مخالفت کی۔ یہ ان بے شمار روایتوں

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

کے برعکس ہے جن سے ثابت ہوتا ہے کہ انصار نے ان کا بھرپور ساتھ دیا۔ان کے انصاری مخالفین میں اسلم بن اوس اور ابوحیہ مازنی کے نام لیے جاتے ہیں۔

باغیوں کے مدینہ پر قبضہ ہونے کی وجہ سے کئی فیصلے بروقت نہ ہو سکے۔ مروی ہے، سیدنا عثمان نے بلوائیوں کے محاصرے کے دوران میں سیدنا علی کو بلا بھیجا۔ انھوں نے جانے کا قصد کیا تھا کہ ان کے ساتھی ان سے چپک گئے اور جانے نہ دیا۔ وہ اپنا سیاہ عمامہ سر سے اتار کر پکارے، میں عثمان کے قتل پر راضی ہوں، نہ میں نے اس کا مشورہ دیا ہے (طبقات ابن سعد)۔ ایک دوسری روایت کے مطابق حضرت عثمان نے حضرت علی کو حضرت سعد کے ذریعے سے پیغام بھیجا: اگر آپ آ جائیں تو معاملہ سلجھ سکتا ہے۔ وہ ان کے ساتھ چلے تھے کہ اشتر کو خبر ہوگئی۔ وہ چلایا: اگر آپ ان تک پہنچے تو سب کو قتل کر دیا جائے گا۔ اس نے اتنا شور مچایا کہ علیؓ رکنے پر مجبور ہو گئے۔ مالک اشتر نے اپنے باغی گروہ کو مشورہ بھی دیا: اگر عثمان کو قتل کرنا مقصود ہے تو فوراً یہ کام کر ڈالو (تاریخ دمشق)۔ ابن سیرین کہتے ہیں: میرے علم کے مطابق کسی شخص نے بھی حضرت علی کو حضرت عثمان کی شہادت کا ذمہ دار نہیں ٹھہرایا۔ حضرت علی خود کہتے ہیں: میں مغلوب ہو گیا تھا، میں کم زور پڑ گیا تھا، میں نے باغیوں کو منع کیا تھا لیکن انھوں نے میری بات نہ مانی۔

کئی صحابہؓ شہر مدینہ چھوڑ کر مضافات میں چلے گئے تھے۔ یہ مشورہ حضرت علی کو بھی دیا گیا تھا، لیکن وہ نہ مانے۔ ابن کثیر نے یہ سانحہ پیش آنے کی ایک اور وجہ بیان کی ہے۔ وہ یہ کہ صحابہؓ کی اکثریت کا خیال تھا، حضرت عثمان کی شہادت کی نوبت نہیں آئے گی۔ ان کا خیال تھا کہ عثمان، مروان کو لوگوں کے حوالے کر کے یا خلافت سے دست بردار ہو کر اس قضیے کو نمٹا دیں گے۔ وہ سمجھتے تھے کہ باغی ان کو قتل کرنے کی کبھی جسارت نہ کریں گے۔

عقبہ بن عمرو، عبداللہ بن ابی اوفی اور حنظلہ بن ربیع جیسے صحابیوں نے کوفہ میں رہ کر حضرت عثمان کے حق میں مہم چلائی۔ مشہور تابعیوں مسروق، اسود بن یزید اور شریح بن حارث نے ان کا ساتھ دیا۔ یہی کام عمران بن حصین، انس بن مالک اور ہشام بن عامر نے بصرہ میں انجام دیا۔ تابعین میں سے کعب بن سور اور ہرم بن حیان ان کے ساتھ تھے۔ شام میں مقیم اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں سے عبادہ بن صامت، ابوالدرداء اور ابوامامہ حضرت عثمان کی حمایت میں پیش پیش تھے، شریک بن خباشہ، ابومسلم خولانی اور عبدالرحمان بن غنم ان کا ساتھ دے رہے تھے۔ مصر میں خارجہ بن حذافہ اور ان کے ساتھیوں نے سیدنا عثمان کی بھرپور تائید کی۔

یہ حقیقت بھی بہت تلخ ہے کہ چالیس دن کے محاصرے کے دوران میں باغیوں کے خلاف ایکشن لینے کے لیے کوئی لشکر مدینہ نہ پہنچ پایا۔ اس کی وجہ یہی معلوم ہوتی ہے کہ سیدنا عثمان کا عزم تھا کہ مسلمانوں کے خلاف تلوار اٹھانے

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

سے پرہیز کیا جائے، خصوصاً اہل مدینہ کی خون ریزی ہرگز نہ کی جائے۔ شاید اسی وجہ سے انھوں نے دار الخلافہ سے باہر فوجوں سے مدد طلب بھی کی تو اس پر زور دیا نہ اس کے لیے کوئی پلاننگ کی۔ مغیرہ بن شعبہ ایام محاصرہ میں حضرت عثمان کے پاس آئے اور کہا: آپ باہر نکل کر بلوائیوں کا مقابلہ کریں، آپ کے پاس ان سے زیادہ فورس ہے۔ یہ بھی ہوسکتا ہے، آپ اپنے گھر کے عقب میں ایک دروازہ بنا لیں اور وہاں سے نکل کر مکہ یا شام کو روانہ ہو جائیں۔ عثمان نے وہی جواب دیا جو وہ کئی بار دے چکے تھے: میں اپنا دارِ ہجرت قطعاً نہ چھوڑوں گا اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کا خون بہانے والا شخص ہرگز نہیں بنوں گا۔ عبداللہ بن زبیر نے بھی ملتا جلتا مشورہ دیا۔ انھوں نے کہا: عمرے کا احرام باندھ لیں تاکہ آپ کی جان ان کے لیے حرام ہو جائے، شام کو چلے جائیں یا پھر تلوار اٹھا لیں کیونکہ ان باغیوں سے قتال کرنا جائز ہے۔ سیدنا عثمان نے فرمایا: یہ لوگ احرام باندھنے کے بعد بھی میرا خون بہانا جائز سمجھیں گے۔ میں خوف زدہ ہو کر شام کو بھاگنا بھی نہیں چاہتا اور اللہ سے اس حال میں ملنا چاہتا ہوں کہ میری وجہ سے کسی کی جان نہ لی گئی ہو۔

ایک روایت کے مطابق، جس کا ذکر کیا جا چکا ہے، حضرت معاویہ نے حبیب بن مسلمہ فہری کی کمان میں ایک لشکر مدینہ بھیجا، یزید بن شجعہ مقدمہ پر تھے۔ ایک ہزار خچر سواروں کے ساتھ گھوڑے اور لدے ہوئے اونٹ بھی چل رہے تھے۔ یہ لشکر خیبر کے قریب پہنچا تھا کہ حضرت عثمان کی شہادت کی خبر آ گئی۔ شام سے ایک اور لشکر یزید بن اسد کی قیادت میں وادئ قری تک پہنچ پایا۔ مجاشع بن مسعود کی قیادت میں بصرہ سے چلنے والا جیش ربذہ تک آیا تھا کہ اس سانحے کی اطلاع ملی۔ سانحۂ شہادت کے بعد نعمان بن بشیر، حضرت عثمان کی خون آلود قمیص اور ان کی اہلیہ نائلہ کی کٹی ہوئی انگلیاں لے کر معاویہ کے پاس پہنچے۔ انھوں نے یہ اشیا دمشق کی جامع مسجد میں آویزاں کر دیں اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں سے بدلہ لیے بغیر چین نہ لینے کی قسم کھائی۔

اگر یہ پوچھا جائے کہ بلوائیوں کے نہ ٹلنے کی واحد اور اہم ترین وجہ کیا ہے تو یہی کہا جائے گا کہ امیر المومنین نے ان کے خلاف کوئی ایکشن لینے سے منع کر دیا تھا۔ حضرت عثمان آخری وقت تک اپنے پاس موجود لوگوں کو قتال سے باز رہنے کی قسمیں دیتے رہے۔ محمد بن سیرین کی روایت کے مطابق تب ان کے پاس سات سو کے قریب آدمی تھے۔ عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن زبیر، حسن، حسین اور مروان مزاحمت کرنا چاہتے تھے لیکن حضرت عثمان نے سختی سے روک دیا۔ انصارِ مدینہ نے پیش کش کی: ہم پھر سے اللہ کے انصار بن جاتے ہیں۔ جواب ملا: قتال نہیں ہو گا۔ ابوہریرہ سے فرمایا: اگر تم نے میری خاطر ایک شخص کو بھی قتل کیا تو گویا ساری انسانیت قتل ہو گئی۔ سعید بن مسیّب کہتے ہیں: جن

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

لوگوں نے سیدنا عثمان کا ساتھ چھوڑا، انھیں معذور مانا جا سکتا ہے۔ عبداللہ بن سلام کہتے ہیں: روزِ قیامت عثمان ہی فیصلہ کریں گے، کس نے انھیں قتل کیا اور کس نے ان کا ساتھ چھوڑ دیا۔ حضرت علی نے حضرت عثمان کی اہلیہ سے ان کے قاتل کے بارے میں دریافت کیا تو انھوں نے کہا: مجھے اس کی پہچان نہیں تاہم انھوں نے محمد بن ابوبکر کی کارروائی سے ان کو آگاہ کیا۔ جب حضرت علی نے محمد سے پوچھا تو اس نے جواب دیا: میں عثمان کو قتل کرنے کے ارادے سے گیا تھا لیکن انھوں نے میرے والد کا ذکر کیا تو میں توبہ کر کے لوٹ آیا۔ بخدا! میں نے انھیں پکڑا، نہ قتل کیا۔ حضرت عائشہ نے کہا: یہ سچ کہتا ہے لیکن اسی نے قاتلوں کی راہنمائی کی۔

طبری کہتے ہیں: حضرت عثمان کے قاتلوں میں سے کوئی طبعی موت نہ مرا۔ ان میں سے کچھ پاگل ہو گئے۔ کنانہ بیان کرتے ہیں: میں نے ایک سیاہ فام مصری جبلہ کو، جس نے سب سے پہلے حضرت عثمان سے بدزبانی کی اور انھیں قتل کی دھمکیاں دیں، اس حال میں دیکھا کہ ہاتھ پھیلا کر آہ و زاری کر رہا تھا، میں ہی قاتل ہوں۔ محمد بن ابوبکر کو گدھے کے پیٹ میں ڈال کر گدھے کو آگ لگا دی گئی۔ عمیر بن ضابی نے حضرت عثمان کے گال پر اس وقت تھپڑ مارا تھا، جب وہ خطبۂ جمعہ دے رہے تھے۔ پھر ان کی میت پر حملہ کیا۔ اس کا ہاتھ سوکھ کر لکڑی کی طرح سخت ہو گیا آخر کار حجاج نے اس کی گردن اڑا دی۔ حجاج بن یوسف نے کمیل کو بھی مروا دیا۔

ایک سوال یہ بھی ہے کہ خلیفۂ دوم عمر بن خطاب کی حکومت اور خلیفۂ مظلوم سیدنا عثمان بن عفان کے عہد میں کیا فرق تھا؟ دشمن کو حضرت عمر پر منہ اندھیرے چھپ کر وار کرنا پڑا جبکہ حضرت عثمان کے خلاف علانیہ مہم شروع کی گئی اور پھر خروج اور گھیراؤ ہوا جو ایک ماہ دس دن جاری رہا۔

ہمارے خیال میں اس کا ایک جواب یہ ہو سکتا ہے کہ حضرت عمر کی طبیعت میں سختی اور کنجوسی تھی۔ خلیفہ بننے کے وقت انھوں نے اللہ سے خود دعا کی: اے اللہ! میں سخت ہوں، مجھے نرم کر دے۔ مجھ میں بخل ہے، مجھے سخی دل بنا دے۔ یہ دعا قبول ہوئی، وہ اہل ایمان کے حق میں انتہائی نرم اور فیاض ہو گئے جبکہ اپنے شریک اقتدار عمال کے لیے سخت ہی رہے۔ اہل ایمان کے مال کی وہ کڑی حفاظت کرتے۔ ان کے برعکس سیدنا عثمان نرم دل تھے، مال دار ہونے کی وجہ سے کھلا خرچ کرنے کے عادی تھے۔ خلعت خلافت پہننے پر یہ فیاضی کثرت سے عطیات دینے کی شکل اختیار کر گئی۔ کچھ عطیات انھوں نے اپنی جیب سے دیے اور کچھ مالِ خمس میں سے۔ خمس سے دیے جانے والے عطیہ انھوں نے لوگوں کے اعتراض پر واپس لے لیے۔ مالی معاملات میں حضرت عمر کے پیمانے اتنے کڑے تھے کہ کسی کو انگلی اٹھانے کی جرأت نہ ہوتی تھی جبکہ حضرت عثمان کا طریق کار جائز ہونے کے باوجود اعتراض کا احتمال رکھتا

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

تھا۔کسی قریبی عزیز کونوازنے پر لامحالہ سوال اٹھ کھڑا ہوتا۔اسے اپنی خاص جیب سے رقم دی گئی یا مسلمانوں کے بیت المال کا مال خرچ کر دیا گیا؟ سیدنا عثمان کے خلاف ایسا کوئی الزام ثابت نہ ہوا لیکن بدخواہوں نے انگلیاں ضرور اٹھائیں۔

حضرت عثمان کا اپنے اعزہ واقارب سے محبت رکھنا اوران کی بھلائی کا خیال رکھنا ایک جائز عمل تھا۔وہ اس کے علمی دلائل بھی دیتے۔

انھوں نے اپنا ذاتی مال و دولت اور اپنی اراضی بنوامیہ میں بانٹ دی۔بنوحکم اور بنوعثمان کے ہر فرد کو دس ہزار درہم دیے۔ بنوعاص ،بنوعیص اور بنوحرب کو بھی اسی طرح عطیات دیے۔انھوں نے زمانۂ جاہلیت میں اپنے شریک کار ربیعہ بن حارث کے بیٹے عباس کو ایک لاکھ درہم دلائے۔ یہ سب انھوں نے اپنی جیب سے کیا۔سیدنا عثمان نے اپنے اہل قبیلہ کی طرف اس قدر زیادہ جھکاؤ رکھنے کی وجہ اس طرح بیان کی: وہ غریب اور تنگ دست ہیں اس لیے میں نے ان پر نوازشیں کیں۔کچھ صحابہ نے عبداللہ بن خالد بن اسید اور مروان کو عطیات دینے پر اعتراض کیا تو حضرت عثمان نے ان سے مذکورہ رقوم واپس لیں۔ایک طرف سیدنا عثمان کا یہ قدام ،دوسری جانب حضرت عمر کی اقارب سے ایسی بے رخی کہ اپنے داماد کو سرکاری خزانے سے ایک دھیلا بھی دینے سے انکار کر دیا۔ان کی اہلیہ ام کلثوم بنت علی نے ملکہ رُوم کو خوشبوئیں ،ظروف اور عورتوں کی زیب وزینت کا کچھ سامان تحفے میں بھیجا تو جواباً اس نے بھی کچھ تحائف ارسال کیے،ان میں ایک قیمتی ہار بھی تھا۔حضرت عمر کو معلوم ہوا تو فوراً شوریٰ کا اجلاس طلب کر لیا۔ کچھ اصحاب کا خیال تھا: یہ ہار ام کلثوم رے ہدایا کے جواب میں موصول ہوا ہے اس لیے امیر المومنین اس کی ذمہ داری سے بری ہیں۔دوسروں نے کہا: تحائف مسلمانوں کے ایلچی کے ہاتھ بھیجے گئے ،اسی لیے ملکہ نے انھیں اہمیت دی، پھر جوابی عطیات لانے والا ہر کارہ بھی سرکاری تھا۔یہ رائے عمر کے من کو بھا گئی ،انھوں نے ہار ترت بیت المال میں جمع کرایا اور اپنی اہلیہ کو ان کی خرچ کی ہوئی رقم دلا دی۔حضرت عمر کی شدت احتیاط تھی کہ کسی نکتہ چیں کو ان پر نکتہ چینی کرنے کی گنجایش ہی نہ ملی۔سیدنا عثمان اس روش کو کیسے اپنا سکتے تھے،ان کا مزاج دوسرا تھا اور وہ شعوری طور پر اتنی سختی کو صحیح بھی نہیں سمجھتے تھے۔کہتے تھے: میرے دونوں پیش رووں نے احتساب کے نام پر اپنے او پر اور اپنے متعلقین پر ظلم کیا۔انھوں نے اپنا حصہ چھوڑ رکھا تھا جبکہ میں نے لے کر اقربا میں بانٹ دیا ہے۔اسے وہ صلۂ رحمی کہتے تھے۔ایک بار فرمایا،عمر ایسا خزیرہ (دودھ ،گوشت اور گھی سے بنا ہو سالن) کھاتے جس میں دودھ ہوتا نہ گوشت ۔انھوں نے خود بھی مشقت اٹھائی اور دوسروں کے لیے بھی مشقت کا نمونہ ہی چھوڑا۔عثمان ،سفید چھنا ہوا

www.al-mawrid.org www.javedahmadghamidi.com

آٹا، عمدہ روٹی اور گوشت کھاتے جبکہ عمر نے چھان کی روٹی اور بوڑھی بکریوں کا گوشت کھانا شعار بنالیا تھا۔

امکان تھا کہ حضرت عثمان کی فطری حیا امور خلافت کی انجام دہی میں رکاوٹ بنتی، تاہم عمومی طور پر ایسا نہ ہوا۔ چند مواقع پر مروان نے ان کی خاموشی یا ہچکچاہٹ سے ضرور فائدہ اٹھایا اور آگے بڑھ کر اپنی مرضی سے اقدامات کیے۔ شہادت کے وقت سیدنا عثمان کے خزانچی کے پاس تین کروڑ درہم اور ڈیڑھ لاکھ دینار تھے جو سب لوٹ لیے گئے۔ ربذہ کے فارم میں ایک ہزار اونٹ موجود تھے۔ ان کے ترکے میں اس کے علاوہ ۲ لاکھ دینار کی مالیت کے صدقات بھی تھے۔

حضرت عمر اور حضرت عثمان کی سیرتوں کا تقابلی مطالعہ کرتے ہوئے یہ جان لینا چاہیے کہ افراد مختلف طبیعتیں اور الگ الگ مزاج رکھتے ہیں۔ اسلام نہیں چاہتا کہ ایک طبیعت رکھنے والے کے لیے ترقی کی راہیں کھول دی جائیں اور دوسرے مزاج کے حامل کو اپنے جوہر دکھانے سے روک دیا جائے۔ جب ہر شخص اپنے مزاج اور اپنی سرشت کے مطابق کام کرنے کا موقع پائے گا تو لامحالہ اس کے کام پر اس کے ذاتی اور طبعی اثرات منعکس ہوں گے۔ ہوسکتا ہے یہ اثرات سرسری اور غیر اہم ہوں تاہم ان سے گہرے اور دور رس نتائج برآمد بھی ہو سکتے ہیں۔ پختہ ایمان کے حامل اور اسلام کا گہرا شعور رکھنے والے ان دونوں جلیل القدر اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے طرز حکومت میں یہی فرق تھا۔ حضرت عمر نے اپنی طبیعت کے مطابق امور خلافت سرانجام دیے اور حضرت عثمان نے اپنے مزاج پر رہتے ہوئے کاروبار سلطنت چلایا۔ دونوں اصحاب نے ایک ہی نیت سے، ایک ہی مقصد کی خاطر خلافت کی ذمہ داریاں نبھائیں پھر بھی ان کا آپس کا فرق نمایاں ہوکر رہا۔ ایک بار سیدنا عثمان نے اہل ایمان سے کہا: میں نے تم سے نرمی برتی، تمھارے لیے کندھے بچھائے، اپنے ہاتھ اور زبان کو تم سے روکے رکھا، اس لیے تم مجھ میں وہ عیب نکالتے ہو اور وہ اعتراض کرتے ہو جو تم عمر بن خطاب کے لیے برداشت کرتے رہے کیونکہ وہ تمھیں ٹھوکر مارتے، پیٹتے اور برا بھلا کہتے تو تم ان کی ہر بات مان لیتے، پسند ہوتی یا ناپسند۔ سیدنا عثمان نے اپنے سے پہلے بار خلافت اٹھانے والے صاحبین رضی اللہ عنہما کی روش پر چلنے کا پیمان باندھا، اپنے ابتدائی دور میں وہ اس پر کاربند بھی رہے لیکن آخرکار ان کا اپنا مزاج غالب ہوا اور وہ پیش رووں سے مختلف ہوکر رہے۔

حضرت عثمان نے اپنے آخری خطبے میں ارشاد فرمایا: دنیا فنا ہو جائے گی اور آخرت باقی رہے گی۔ فانی دنیا غرے میں ڈال کر تمھیں ہمیشہ کی زندگی سے غافل نہ کردے۔ غیرت الٰہی سے ڈرو! جماعت سے چپکے رہو اور گروہوں میں نہ بٹ جاؤ۔ سیدنا عثمان کی شہادت کے بعد لوگ دوڑتے ہوئے حضرت علی کے پاس آئے اور بیعت خلافت لینے

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

کو کہا۔ انھوں نے کہا، مجھے اللہ سے حیا آتی ہے، ان لوگوں سے بیعت لے لوں جنھوں نے عثمان کو شہید کر ڈالا اور ابھی ان کی تدفین بھی نہیں ہوئی۔ جاؤ، اہل بدر سے پوچھو۔ جس پر وہ راضی ہوں، وہی آئندہ خلیفہ ہو سکتا ہے چنانچہ تمام بدری ان کے پاس آن پہنچے اور انھی کی خلافت پر اتفاق کیا۔ سب سے پہلے طلحہ، سعد اور زبیر نے بیعت کی پھر وہ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پہنچے جہاں باقی صحابہ کی بیعت ہوئی۔ مروان اور اس کے اقارب نے بھاگنے کی کی۔ ایک روایت کے مطابق بیعت خلیفۂ سوم کی تدفین کے بعد ہوئی۔

مطالعۂ مزید: الطبقات الکبریٰ (**ابن سعد**)، تاریخ الامم والملوک (**طبری**)، الکامل فی التاریخ (**ابن اثیر**)، تاریخ اسلام (**ذہبی**)، البدایہ والنہایہ (**ابن کثیر**)، **اردو دائرۂ معارف اسلامیہ (مقالہ: امین اللہ وثیر)**

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com